امام حاکمؒ کے حالاتِ زندگی اور مستدرک کا منہج واسلوب: تعارفی مطالعہ

An Introductory study of Imam Hakim's Profile and his Methodology and style in Mustadrak

*حافظ محمد ابرار اعوان

**حافظ آصف اسماعیل

***صائمہ منیر

Abstract

Among the great iconic names of Hadith scholars, is the name of Abu Abdullah Muhammad bin Abdullah Al Hakim. He is credible and exemplary with regards to his knowledge, humility and God consciousness. His esteemed position in Hadith sciences is an undeniable reality. He was a “Hafiz”, “Thabt”, “Arif Birrijal” and an expert of “Ilal Al Hadith”. He had several teachers, and likewise he had a vast range of students, who may be regarded as his spiritual progeny. Imam Hakim wrote several books and spent all his capabilities throughout his life in collecting precious gems of knowledge, so much so that his books number more than four thousand. Among these books, is “Al Mustadrak”, which he has compiled according to the chapters of “Fiqh”, keeping in mind the order followed by Bukhari and Muslim, because he claims to have compiled the Ahadith which are according to the conditions of “Sahihain” but are not found in them. Imam Hakim’s obvious inclination was towards the Shaf’i school of thought. He has also categorized the narrators as authentic and weak, and has

*پی ایچ ڈی سکالر، اسلامک سٹڈیز، شیخ زید اسلامک سنٹر، پنجاب یونی ورسٹی، لاہور

**ایم فل سکالر، اسلامک سٹڈیز، ادارہ علوم اسلامیہ، پنجاب یونی ورسٹی، لاہور

***پی ایچ ڈی سکالر اسلامک سٹڈیز، یونی ورسٹی آف سرگودھا، سرگودھا

scrutinized them, however he is one of those hadith scholars who are known for their leniency in scrutiny of hadith narrators. Like Ibn Khuzayma and Ibn Hibban, he too does not differentiate between Hassan and Sahih hadith. After completing al Mustadrak, he did not get a chance to review, elucidate or edit his work, therefore the book did not reach up to the expectations that were once attached to it. Anyhow, Imam Hakim was a dignified scholar, having a unique approach. When a man is sincere in his intentions and seeks help from Allah, He helps his slave in magnificent ways; and this is evident from the life of this honorable scholar.

Keywords: Hadith scholar, Al Hakim, knowledge, God consciousness, Hafiz, Thabt, Arif Birrijal, Ilal al hadith, Spiritual Progeny, Al Mustadrak, Fiqh, Sahihain, Shaf'i , Unique Approach

امام حاکم کا شمار کبار محدثین اور حفّاظِ حدیث میں ہوتا ہے، امام اپنے وقت کے علماء حدیث میں بے شمار انفرادی خوبیوں کی حامل شخصیت کے طور پر پہچانے جاتے ہیں۔ آپؒ کی فضیلت اور علمی جلالت کی وجہ سے آپ کے ہم عصر آئمہ کرام آپ کو اپنی ذات پر مقدم رکھتے تھے۔ان کی سیرت کے کئی گوشے ایسے ہیں جن پر تفصیلی کلام کیا جا سکتا ہے، انتہائی اختصار کے ساتھ ان کے ان احوال کا تذکرہ کیا جاتا ہے جن سے ان کی شخصیت کے نمایاں پہلو واضح ہو سکیں گے۔

نام ونسب اور کنیت ولقب:

ان کا نام نامی اسم گرامی جناب رسولِ مقبول ﷺ کی محبت کا یوں آئینہ دار ہے کہ ان نام اور ولدیت میں آپ ﷺ سے کمال مماثلت پائی جاتی ہے جیسا کہ ان کے سلسلہ نسب میں **محمد بن عبداللہ بن محمد بن حمدویہ بن نعیم** کا ذکر ملتا ہے۔ تمام تر مصادر جنہوں نے ان کا ذکر کیا ہے وہ ایسے ہی لکھتے ہیں لیکن خطیب بغدادی اپنی کتاب التاریخ میں اکثر مقامات پر ان کا نام **محمد بن نعیم الضبی** لکھتے ہیں اور وہ ظاہر نہیں کرتے کہ یہ حاکم نیساپوری ہیں لہذا اس کو حافظ ابن حجر نے اپنی کتاب اللسان میں واضح کیا کہ: **محمَّد بن نعيم هو الحافظ الشهير أبو عبد الله محمَّد بن عبد الله بن نعيم الحاكم النيسابوري، هكذا يقول الخطيب إذا أخرج عنه، في "تاريخه" وفي غيره.**[1] امام کی کنّیت

[1] ابن حجر، شہاب الدین احمد بن علی بن حجر العسقلانی م 852ھ، **لسان المیزان** (مصر: مکتب المطبوعات الاسلامیۃ، 1423ھ)، 7:550۔

ابو عبداللہ ابن البیع الضبی ہے جب کہ وہ اپنے لقب کے حوالہ سے حاکم مشہور تھے۔[2] ☆ حاکم لقب کی وجہ میں اختلاف ہے کہ ان کو ایسا کہنے کا سبب کیا ہے؟ بہت سے اہل علم کا خیال ہے کہ مراتب حفظ کی وجہ سے ان کو یہ مقام حاصل ہوا تھا کہ لاکھ ہا احادیث کا مجموعہ ان کو حفظ تھا تو وہ اس لقب سے مشہور ہو گئے جیسا کہ امام علی القاری م 1014 ھ لکھتے ہیں، "**الحاكم وهوالذي احاط علمه بجميع الاحاديث مرويا متناواسنادا،وجرحا وتعديلا وتاريخا،كذا قاله جماعة من المحققين**" [3] ۔ مگر تحقیق سے یہ بات معلوم ہوتی ہے کہ متاخرین کے ہاں جو یہ بات مشہور ہوئی ہے متقدمین میں اس کی تائید مشکل سے ہی ملتی ہے حتیٰ کہ اس کے بالمقابل متاخرین میں لوگ اس رائے کی کھل کر مخالفت بھی کرتے ہیں۔ ☆ **الروض الباسم** کے مؤلف نے اپنی کتاب کے حاشیہ میں لکھا ہے کہ شیخ عبد اللہ الغماری قطعا اس کو ماننے کے لئے تیار نہیں ہیں کہ حاکم محدثین کی اصطلاح بلکہ وہ کہتے ہیں کہ "**ان الحاكم ليس من القاب المحدثين وليس لفظ الحاكم من الفاظ الحفظ**" مزید وہ بیان کرتے ہیں کہ شیخ ابو غدہ نے شیخ کوثری سے اس کے بارے میں پوچھا تو انہوں نے جواب دیا کہ "**بانه اصطلاح متاخر لم يعرف في السلف**" [4] ۔ ☆ اس کے علاوہ اپنی رائے کا اظہار کرتے ہوئے شیخ ابو غدہ رقمطراز ہیں کہا "**حاكم وصف لمن وليَ القضاء، ولا دَخْلَ له في حفظ الحديث ورو ايته**" [5] ۔

ولادت:

علم کا یہ آفتاب نیساپور کے شہر میں 321 ھ کو صبح کے وقت طلوع ہوا جب کہ ماہ ربیع الاول کی تین تاریخ اور سوموار کا دن تھا۔ (نام کی طرح تاریخ پیدائش میں سیرت الرسول سے مناسبت نمایاں ہے) اس کا ذکر خود امام نے اپنی تاریخ میں کیا ہے جب کہ دیگر اہل علم نے بھی بعد میں اس کو نقل کیا ہے۔[6]

اخلاق وعادات:

جلیل القدر امام اپنی علمی برتری کے ساتھ بحیثیت انسان جن اعلی صفات اور خوبیوں سے مالا مال تھے ان کا ذکر ابن کثیر نے کچھ اس انداز سے کیا ہے۔ "**كان من أهل الأمانة والديانة والصيانة والتحرزوالورع رحمه الله تعالي**" [7] ۔ اسی طرح ان کی ان صفات کا حوالہ دیگر آئمہ نے بھی دیا ہے اور ان کی بنیاد پر ان کو جس منصب پر متمکن کیا گیا اس کا ذکر ان الفاظ میں ملتا ہے۔ "**كان الإمام أبو إسحاق الصِبْغي قد اختصه بالصحبة واعتماده، وأوصى إليه في أمور مدرسته دار السنة، وفوض إليه تولية أوقافه في ذلك، واستضاء بر أيه في أموره اعتمادًا على حسن**

[2] ابن خلکان، ابو العباس شمس الدین احمد بن محمد 681ھ، **وفیات الاعیان وانباء ابناء الزمان** (بیروت: دار صدر، 1421ھ)، 4: 281۔

[3] علی القاری، امام محدث علی بن سلطان محمد الھروی القاری م 1014 ھ، **شرح شرح نخبۃ الفکر** (لبنان: دار الارقم 1994ء)، 121۔

[4] منصوری، أبو الطیب نایف بن صلاح بن علي، **الرّوض الباسم فی تراجم شیوخ الحاکم** (بیروت: دار العاصمۃ للنشر والتوزیع، 1432ھ)، 1: 29۔

[5] ابو غدہ، عبد الفتاح ابو غدہ، **من امراء المؤمنین فی الحدیث** (مصر: مکتبۃ المطبوعات الاسلامیۃ بحلب، 1411ھ)، 126۔

[6] ذہبی، شمس الدین أبو عبد اللہ محمد بن أحمد قَایْماز الذھبی م 748، **سیر أعلام النبلاء** (بیروت: مؤسسۃ الرسالۃ، 1432ھ)، 17: 163۔

[7] ابن کثیر، أبو الفداء إسماعیل بن عمرو بن کثیر، الدمشقی م 774ھ، **البدایۃ والنھایۃ** (بیروت: مکتبۃ المعارف، 1412ھ)، 15: 561۔

دیانته ووفرأمانته"ان ساری باتوں کو ایک معاصر مصنف نے اپنی کتاب میں درج کر دیا ہے جو انہوں نے حاکم کے رجال پر تحریر کی ہے۔[8]

خاندانی شرف ونسب:

آپ کا خاندان جس عزت اور وقار کا حامل تھا اس کا اندازہ اس بات سے بآسانی لگایا جاسکتا ہے کہ علمی مقام و مرتبہ میں آپ کے ساتھ آپ کے باپ، بھائی، بیٹے، پوتے اور سسرالی رشتہ دار تک شامل تھے لہذا اس عظیم علمی خانوادہ کے ان افراد کا بالاختصار تبصرہ اس دعوے کو مزید پختہ کر دے گا جس کو ذیل میں اشارتاً پیش کیا جارہا ہے۔ ابوالحسن عبدالغافر الفارسی اپنی کتاب میں اس گھرانے کا تذکرہ انتہائی جامعیت کے ساتھ اس طرح کرتے ہیں۔"**وبيته بيت الصلاح والورع والتأذين**"[9] آپ کے خاندان میں انفرادی صلاحیتوں کے حامل جو حضرات نمایاں حیثیت کے مالک تھے ان میں سے چند نمایاں ترین شخصیات کا تذکرہ بالاختصار یوں پیش کیا جاسکتا ہے:۔

1۔ آپ کے والد: والد ماجد کا نام عبد اللہ تھا اور وہ اپنے عظیم بیٹے کے اساتذہ میں سے ایک تھے۔ ان کی زندگی میں جو شرف عظیم ان کو حاصل ہوا وہ یہ تھا کہ انہوں نے امام مسلم صاحب الصحیح کی زیارت کر رکھی تھی۔ اس سے پتہ چلتا ہے کہ وہ صاحب ذوق عالم تھے اور امام ان کے علم سے استفادہ کرتے تھے 2۔ بیٹا **عبد الله بن محمَّد بن عبد الله بن محمَّد بن حمدويه** 3۔ آپ کا بھائی **محمد الكثير** کے نام سے معروف تھے۔4۔ آپ کا ایک بھتیجا **محمَّد بن محمَّد بن عبد الله بن محمَّد بن حمدويه بن نعيم، أبو سهل الضَّبّي** کے نام سے پہچانا جاتا تھا۔5۔ آپ کے ماموں کا نام **محمَّد بن علي بن نصرويه** ہے۔6۔ ماموں زاد کا نام **محمَّد بن عبد الله بن حمشاذ الحاسب** ہے۔7۔ **عباس بن محمَّد بن علي بن معاوية، أبو جعفر بن أبي الحسن** امام صاحب کے سسر تھے۔ بہر حال یہ تمام وہ حضرات تھے جو علمی اعتبار سے جانی پہچانی شخصیات تھیں اور امام صاحب کے ساتھ نسبت نے ان کو اجنبیت سے عرف تک عام کر دیا ہے۔

طلب علم کی جستجو و ترقی:

آپ نے جس گھرانے میں آنکھ کھولی وہ علمی اعتبار سے کسی تعارف کا محتاج نہ تھا اور آپ کا شہر جہاں آپ نے نشوونماں پائی ایک بہت بڑا علمی مرکز تھا۔ ایسے ماحول میں پروان چڑھنے والا یہ بچہ بتوفیق ایزدی یقیناً بعد میں منصب امامت پر فائز ہونے کا حقدار تھا۔ اس کی تصویر امام سبکی نے اس طرح کھینچی ہے۔ شہر نیساپور کے علمی ماحول اور اس میں قائم شدہ مدارس و مکاتب نے جو نونہال پیدا کئے اور انہوں نے بعد میں شہرت دوام حاصل کی ان میں سے ایک امام حاکم بھی تھے۔ دوسرے علوم کے ساتھ علم حدیث کی روایت و ترویج میں اپنی ابتدائی عمر میں ہی امام اس قابل ہوگئے تھے کہ بڑے بڑے اساتذہ آپ کو اپنی شاگردی میں لینے سے قطعاً کتراتے نہ تھے۔ حدیث کا اولین سماع آپ نے 330ھ میں کیا جب کہ آپ کی عمر اس وقت نو سال سے متجاوز نہ تھی۔[10]

---

[8] منصوري، أبو الطيب نايف بن صلاح، **الرّوض الباسم في تراجم شيوخ الحاكم** ((بیروت: دار العاصمة للنشر والتوزيع، 1432ھ)، 1:31

[9] عبدالغافر الفارسی، ابوالحسن م529ھ، **المنتخب من السياق لتاريخ نيسابور** (بیروت: دار الکتب العلمیة، 1422ھ)، 16

[10] سبکی، تاج الدین عبد الوہاب بن علی، 771ھ، **طبقات الشافعية الكبرى** (قاہرہ: دار احیاء الکتب العربیة، 1432ھ)، 3:10-9

آپ کی ذہانت وفطانت کو دیکھ کر امام ابن حبان صاحب الصحیح نے انہیں نیسا پور آمد کے وقت اپنا مستملی بنالیا حالانکہ ان سے بڑی عمر کے لوگ بھی اس وقت موجود تھے جب کہ آپ ابھی اپنی عمر کے تیرھویں سال میں تھے۔ ذہبی اس کا تذکرہ اپنی **السیر** میں اس طرح کرتے ہیں۔ "**استملى علي أبي حاتم بن حبان في سنة أربع وثلاثين وهو ابن ثلاث عشرة سنة**"[11]۔ ☆ قرآن مجید کی تعلیم کا آغاز انہوں نے نیساپور ہی سے کیا مگر دیگر مقامات پر بھی اس کی قرات حاصل کی ابو **عبد الله محمَّد بن أبي منصور الصوام، وأحمد بن العباس بن الإمام، وعلي بن سهل الأشناني** وغیر ہم کے سامنے نیسا پور میں قرات کی جب کہ عراق میں **أبو علي بن النقار الكوفي ، وأبي عيسى محمَّد بن بكار البغدادي وغيرهما** سے سند کا شرف حاصل کیا۔ اس کی شہادت عبد الغافر الفارسی نے اپنی کتاب السیاق میں دی ہے وہ لکھتے ہیں "**قرأ القرآن بخراسان والعراق على قراء وقته**"[12]۔ پھر اس کے بعد فقہ کی تعلیم میں جن اساتذہ کا انتخاب ہوا وہ **علي بن أبي هريرة، وأبي الوليد حسان بن محمَّد القرشي، وأبي سهل محمَّد بن سليمان الصعلوكي وغيرهم** تھے۔ یہی وہ اسباب تھے یا فیض تھا جن کی وجہ سے امام بچپن ہی میں اپنے ہم عصر طلبہ سے ممتاز وفائق اور شہرت کی بلندیوں کی طرف گامزن وکامران دکھائی دیتے ہیں اور عالی مقام کو حاصل کرنے میں تمام تر رکاوٹوں کو بآسانی عبور کرتے چلے جاتے ہیں۔

طلب علم کیلئے مزید سفر:

اپنے شہر کے نامور اہل علم سے استفادہ کے ساتھ امام نے طلب علم کے اپنے سفر کو نیساپور سے باہر بھی جاری وساری رکھا اور ہمت نہ ہاری حتی کہ بعض حضرات کے اندازہ کے مطابق آپ نے ہزاروں اساتذہ سے کسب فیض کیا، اسی قول کو ایک شاعر نے اس طرح بیان کر کے اپنی شہادت قلمبند کی ہے۔ **له همة إن قست فرط علوّها ... حسبت الثريَّا في قرارقليب** مقصد عظیم اور سوچ عالی ہو تو پھر بندہ تھوڑے پر راضی نہیں ہو تا جیسا کہ کہا جاتا ہے کہ **ذو الهمة إن حُطَّ فنفسه تأبى إلا علوًّا، كالشعلة في الناريصوبها صاحبها وتأبى إلا ارتفاعًا** یعنی ہمت جوان ہو تو گرتے گرتے بھی وہ بلندی تک پہنچنے سے انکار نہیں کرتا جس طرح کہ شعلہِ آگ بجھتے بجھتے بھی اپنا آپ دکھاتا رہتا ہے۔[13] اس مقولہ کے عین مصداق امام حاکم تحصیل علم میں سفر کی صعوبتوں کو بالائے طاق رکھ کر ساری زندگی رواں دواں رہے چند مشہور شہر جن کی طرف آپ نے سفر اختیار کیا وہ عراق، حجاز، بلاد خراسان، بلاد جبل، بلاد ماوراء النہر اور بلاد خوزستان تھے۔ مختلف تاریخ دان اپنے اپنے انداز میں ان کے تاریخی سفروں کو بیان کرتے ہیں۔ امام سمعانی بیان کرتے ہیں: **له رحلة إلى العراق، والحجاز، ومرو، وما وراء النهر**[14]۔ امام صاحب کے رحلات علمیہ کی تفصیل سے معلوم ہوتا ہے کہ ان کا یہ علمی سفر محض ان مندرجہ بالا شہروں تک محدود نہ تھا بلکہ ان سے متصل بہت سے بلاد وامصار میں بھی آپ اپنی علمی پیاس بجھانے کے لئے متلاشی حق رہے۔

---

[11] ذہبی، **سیر أعلام النبلاء**، 163:17۔

[12] عبد الغافر الفارسی، **المنتخب من السياق لتاريخ نيسابور**، 16

[13] ابن قتیبہ، عبد اللہ بن مسلم بن قتیبۃ الدینوری، أبو محمد م276ھ، **عيون الأخبار** (قاہرہ: دار الکتب المصریۃ1343ھ)، 233:1۔

[14] سمعانی، عبد الکریم بن محمد، 562ھ، **الانساب** (عمان: الفاروق الحدیثۃ للطباعۃ والنشر، س۔ن)، 455:1۔

صاحب المنتخب کہتے ہیں کہ عراق کی طرف آپ کا پہلا سفر 341ھ کو ہوا۔[15] امام ذہبیؒ کے بقول اس وقت آپ عمر کی بیس بہاریں دیکھ چکے تھے گویا انہوں نے بھی اس کا تذکرہ کیا ہے۔[16] اس مبارک سفر میں آپ کے لئے ایک اور سعادت کی بات یہ تھی کہ آپ کو اس سفر حج میں شیخ ابو اسحاق الاصبہانی القصار کا ساتھ نصیب رہا یعنی عبادت کے ساتھ علمی پیاس اور کسب فیض بھی جاری رہا جو کہ ہر طلب صادق رکھنے والے کی منشا اور دلی خواہش ہوا کرتی ہے۔[17] شیوخ عظام سے ملاقات کا یہ سلسلہ ان سفروں کے دوران جاری وساری رہا اور مزید اساتذہ کرام جن سے آپ نے کسب فیض کیا اور علمی تشنگی کو پورا کیا ان میں **طاهر عبد الواحد بن على النجار البغدادى، ابو عمرو بن السماک، احمد بن سلمان النجار، ابو سهل بن زياد، دعلج بن احمد** جیسے اصحاب نمایاں ہیں۔[18] ☆ اس سفر کے دوران جب آپ کوفہ شہر میں داخل ہوئے تو علمی کسب وفیض کے ساتھ **ابو الحسن بن عقبه الشيبانى** کی راہنمائی میں آپ کو صحابہ کرام کی بے شمار مساجد دیکھنے کا موقع بھی میسر آیا جو کہ اس وقت تک شاد آباد تھیں۔[19] ☆ کوفہ کے اساتذہ میں نمایاں نام جن سے آپ نے شرف تلمذ حاصل کیا - **احمد بن سعد بن نصر بن بكار النجارى، ابو على حسن بن حسين بن محمد نيساپورى، حسن بن محمد بن حسن بن اسماعيل السكونى الكوفى ، حسين بن حسن بن عامر الكندى** اور **عبد الله بن محمد الطلحى وغيرهم** کے تھے۔ عراق وحجاز کی جانب پہلے کی طرح دوسرے سفر میں آپ نے مکہ میں جن اساتذہ سے کسب فیض کیا ان میں **ابوقتيبه مسلم بن فضل ادمى، ابو محمد عبد العزيزبن عبد الرحمان بن سهل دباسلى اور ابراہيم بن احمد بن على بن احمد عطار مكى وغيرهم** شامل ہیں۔ اسی طرح مدینہ میں آپ کے اساتذہ میں نمایاں شخصیت **ابو الحسن عبد الله بن محمد بن على بن حسن موساوى** کی ہے۔ بلاد خراسان کے سفر میں عبد الغافر فارسی کے بقول آپ نے یہ سفر 343ھ میں کیا (بلاد خراسان کے علاقے آج کی تقسیم کے مطابق افغانستان، ایران اور جمہوریہ ترکمانستان میں واقع ہیں)۔[20] مرو اور ماوراء النہر کی طرف آپ کا سفر جن عظیم اساتذہ سے فیض کا ذریعہ بنا اور آپ نے عالی سند حاصل کی اس کا ذکر حافظ ذہبی نے السیر میں یوں کیا ہے، **لحق الأسانيد العالية بخراسان، والعراق، وما وراء النهر**[21] نیز ماوراء النہر کے سفر کے دوران آپ بخاری اور بیکند کے شہروں میں گئے اور بصرہ وفارس خوزستان کے شہروں کی جانب رواں دواں رہے۔ اس علاقہ میں آپ نے محض سماع پر اکتفاء کرنے کی بجائے مذاکرات، مناظرات اور محاورات میں بھی شرکت کی۔

[15] عبد الغافر الفارسی، **المنتخب من السیاق لتاریخ نیسابور**، 17

[16] ذہبی، **سیر أعلام النبلاء**، 163:17

[17] سمعانی، **الانساب**، 487:4

[18] خطیب بغدادی، امام حافظ ابو بکر احمد بن علی بن ثابت م 463، **تاریخ مدینۃ الاسلام** (لبنان: دار الغرب الاسلامی 1422ھ)، 471:5

[19] سمعانی، **الانساب**، 228:1

[20] عبد الغافر الفارسی، **المنتخب من السیاق لتاریخ نیسابور**، 17

[21] ذہبی، **سیر أعلام النبلاء**، 163:17۔

اساتذہ کرام:

اس مقالہ کی تحقیق کے دوران یہ بات کھل کر سامنے آئی کہ امام حاکم کے اساتذہ کے حوالہ سے انتہائی پیچید گی پائی جاتی ہے اور اس کی بڑی وجہ ان کا وہ زمانہ ہے کہ جس میں انہوں نے المستدرک لکھی ہے۔ان کے شیوخ کے بارے میں مواد تاریخ وانساب کی کتب میں بکھرا پڑا ہے اور صحاح ستہ کے رجال کی طرح پہلے آئمہ میں سے کسی نے اس پر مستقل کتاب مرتب نہیں لکھی لہذا امام صاحب کے دو پہلے اساتذہ کے حالات معلوم کرنا انتہائی دشوار کام ہے۔اس موضوع پر معاصرین میں سے دو فاضلین نے قلم اٹھایا ہے مگر ان کے حوالہ جات کی چھان پھٹک پھر بھی ایک دشوار گزار عمل ہے۔امام کے اساتذہ کا بڑا مرجع خود امام کی اپنی کتب ہیں جو کہ زیادہ تر مطبوع نہیں ہیں اور متاخرین میں سے علامہ ذہبی نے جو کام اپنی کتابوں **سیر اعلام النبلاء** اور **تاریخ الاسلام** میں کیا ہے وہ ان شیوخ کی تلاش میں بنیادی حیثیت کا حامل ہے۔بہر حال ان پر حکم لگانا بنسبت دیگر رجال کے قدرے مشکل ہے اور اس سلسلہ میں جو چند مستند اور ضروری باتیں پیش نظر رہنی چاہیے ان کو ذیل میں درج کیا جاتا ہے۔

ا۔عددی اعتبار سے شیوخِ حاکم کا استحصاء وحصر ممکن نہیں ہے کیونکہ ان کی تعداد دو ہزار تک جا پہنچتی ہے،اس کا ذکر ابو حازم عمر بن احمد بن ابراہیم العبدوی (م417ھ) نے یوں کیا ہے۔**وليس يمكن حصر شيوخه، فإن "معجمه" على شيوخه يقرب من ألفي رجل**[22]☆ اسی کی موافقت عماد الدین اسماعیل بن محمد بن عمر،ابن عبد الہادی اور کم وبیش ذہبی وغیر ہم نے کی ہے۔بظاہر اس عدد میں مبالغہ نظر آتا ہے لہذا کثرت اساتذہ کے حوالہ سے ابن مندہ کا ترجمہ ذکر کرتے ہوئے ذہبی لکھتے ہیں کہ **كتبتُ عن ألف وسبعمائة شيخ أصح، وهو شيء يقبله العقل، وناهيك به كثرة، وقيل من يبلغ ما بلغه الطبراني، وشيوخه نحو من ألف، وكذا الحاكم، و ابن مردويه، فالله أعلم اه**[23]ـہ

ب۔ کثرت تعداد کی وجہ سے الگ الگ کتب سے رجال حاکم کو جمع کرنا آسان کام نہیں ہے ، یہ رجال امام نے اپنے طور پر بتائے اور اب ان کو چھانٹ کر صاف اور واضح طور پر لکھنا دشوار گزار گھاٹی ہے اس کام کا بیڑا جن لوگوں نے اٹھایا اس میں ہر ایک نے اپنے طور پر جو کوشش کی اور اس کو جو صعوبت برداشت کرنا پڑی اس کا ذکر ایک معاصر فاضل **شیخ علامہ یمن أبو عبد الرحمن مقبل بن هادي الوادعي رحمه الله تعالي** نے اپنی کتاب"**رجال الحاكم** "میں یوں درج کیا ہے۔

البحث عن رجال "المستدرك" متعب، وخصوصًا مشايخ الحاكم، ومشايخ مشايخه، وما أكثر الباحثين الذين يتهربون من الكلام على مشايخ الحاكم، ومشايخ مشايخه، وقد كنت في تتبعي لما سكت عليه الذهبي، وفيه كلام انظر أعلى السند، وأهاب البحث في أسفله.[24]ـہ ان مشکلات کو مؤلف نے تفصیل سے مذکور بالا کتاب میں درج کر دیا ہے جس سے یہ وجہ سمجھنے میں مدد ملتی ہے کہ یہ کام اس قدر مشکل کیوں تھا۔

---

[22] ابن عساکر، ابو القاسم علی بن ہبۃ اللہ، دمشقی م 571ھ، ***تبيين كذب المفتري*** (بیروت: دار الفکر 1399ھ)، 228۔

[23] ذہبی، ***سير أعلام النبلاء***، 36:17۔

[24] وادعی، ابو عبد الرحمان مقبل بن ھادی م 2001ء، ***رجال الحاكم في المستدرك*** (لبنان: مکتبۃ صنعاء الاثریۃ، 1425ھ)، 61:1۔

ج۔ کتاب المستدرک میں بعض جن شیوخ کا ذکر کیا گیا اور ان کو اساتذہ میں شمار کیا گیا ہے وہ در حقیقت شیوخ نہیں ہیں اور اس تصحیف وتحریف اور سقط کو مطبوعہ نسخہ جات میں دیکھا جاسکتا ہے اور اس کی طرف متعدد اہل علم نے اشارہ بھی کیا ہے۔ **فضل بن محمد بن عقيل بن خويلد الخزاعي** اور **محمد بن أحمد بن سعيد بن كُسا الواسطي وغيرهما**۔ بعض اساتذہ کا تذکرہ کیا گیا مگر حقیقت میں وہ کوئی اور تھا جس کا ترجمہ کیا گیا جیسے **ابراہیم بن احمد ابو اسحاق الفقیه البخاری** وغیرہ۔ بعض جن لوگوں کو ایک خیال کیا گیا دراصل وہ ایک نہ تھے بلکہ الگ الگ تھے جیسا کہ **أحمد بن محمد بن يحيى أبو حامد الخطيب ، أحمد بن محمد بن يحيى بن بلال أبو حامد الخشاب، محمد بن عبد الله بن محمد الدروقي، محمد بن عبد الله بن محمدالجورقي** اور **محمد بن أحمد بن الحسن أبو الطيب الحيري، محمد بن أحمد بن حمدون أبو الطيب وغيرهم**۔[25]

امام صاحب کے تلامذہ:

آپ کے درج بالا حالات کی تفصیل سے یہ اندازہ لگانا ہرگز مشکل نہیں رہتا کہ امام کا حلقہ ارادت بہت وسیع تھا اور شیوخ کی طرح آپ کے روحانی فرزند بھی کثرت سے موجود تھے۔ آپ نے بہت معمولی عمر سے ہی املاء کا اجراء کر دیا تھا جو کہ تادمِ آخریں جاری وساری رہا اور تشنگان علم اپنی علمی پیاس بجھانے کے لئے اس چشمہ صافی میں حاضر ہوتے رہے۔ سمعانی اپنی کتاب الانساب میں بیان کرتے ہیں کہ **روى عنه جماعة كثيرة من أهل العراق وخراسان**[26]۔ بہر حال چند نمایاں نام جو امام صاحب کی شناخت کا ذریعہ بنے اور انہیں شرف تلمذ حاصل ہوا ان کی کثرت کی طرف اشارہ کرتے ہوئے ابن کثیر لکھتے ہیں: ابو ذر الھروی، الحافظ ابو بکر البیھقی، الحافظ ابو یعلی الخلیلی بن عبد الله الخلیل، والاستاذ ابو القاسم القشیری، ابو بکر احمد بن علي بن خلف الشیرازی[27]۔

امام صاحب کا عقیدہ:

امام صاحب جس زمانہ سے متعلق ہیں اس میں ذات وصفات کی بحثیں عروج پر ہونے کی وجہ سے اس بات کو بڑی اہمیت دی جاتی تھی کہ ہر قابل ذکر شخصیت کا رجحان معلوم کیا جائے کہ عقیدہ کے اعتبار سے وہ کس جانب مائل ہے۔ اس حوالہ سے آیمہ کے اقوال کا جائزہ لیں تو بالصراحت یا بالاتفاق امام صاحب کو اہل سنت میں شمار کرنا قدرے مشکل دکھائی دیتا ہے مگر یہاں یہ بات بھی پیش نظر رہنی چاہیے کہ جب تک واضح طور پر کسی کا بدعی امور کا قائل وفاعل ہونا ثابت نہ ہو اس کے بارے میں متشددانہ فیصلہ کرنے سے حتی الامکان اجتناب برتنے میں ہی عافیت ہے۔ امام صاحب کے بارے میں ہمارے اس جراتمندانہ دعوے کی تصدیق وتائید درج ذیل اقوال سے ہو جائے گی مگر یہ الفاظ اقوال آیمہ کی روشنی میں لکھنے کی جسارت کی گئی ہے ورنہ امام صاحب کو اہل سنت شمار نہ کرنا زیادتی ہو گی اس کی وضاحت آئندہ آرہی ہے۔

---

[25] خطیب بغدادی، ابو بکر احمد بن علی م 463، **الموضح الاوہام الجمع والتفریق** ((لبنان: دار الفکر الاسلامی، 1405ھ): 5-6۔

[26] سمعانی، **الانساب**، 3:268۔

[27] ابن كثير، أبو الفداء إسماعيل بن عمرو بن كثير، الدمشقي م 774ھ، **طبقات الشافعيين** (عمان: مكتبة الثقافة الدينية، 1413 ه)، 1: 359۔

ابن عساکر نے تبیین کذب المفتری فیما نسب الی الامام ابی الحسن الاشعری میں ان کو ابو الحسن اشعری کے اصحاب میں سے طبقہ ثانیہ میں شمار کیا ہے اور لکھا ہے کہ **أن هذه الطبقة هم الذين صحبوا أصحابه وسلكوا مسلكه في الأصول وتأدبوا بآدابه**[28]۔ اسی طرح سبکی نے انہیں مدلل طور پر اشعری عقیدہ کا حامل ٹھہرایا ہے اور اپنی کتاب میں ان کو انہیں الفاظ سے یاد کرتے ہیں۔[29] اس کے بالمقابل محقق اہل علم کا خیال ہے کہ ان کو بعض واقعات کی بنیاد پر اشعری قرار دینا درست نہیں ہے بلکہ اس کے دیگر اسباب پر غور کریں تو حقیقت حال کسی قدر واضح ہوتی ہے۔ ابن قتیبہ سے روایت لینے کے حوالہ سے بعض حضرات امام صاحب کے بارے میں یہ موقف رکھتے ہیں کہ ان کا اس اہل سنت عالم کی مخالفت کرنا ضد مذہب ہے جب کہ معلوم یوں ہوتا ہے کہ امام صاحب کا اہل بیت کی محبت میں متشددانہ حد تک جانا اور مخالفین کو اسی تناظر میں دیکھنا اس مخالفت کا سبب ہے اور اس رائے کی تایید معاصر عالم کی اس عبارت سے ہوتی ہے جو انہوں نے حاکم کے رجال پر لکھی جانے والی کتاب میں صفات کے حوالہ سے کی جانی والی بحث کا ذکر کرتے ہوئے کی ہے۔ وہ اپنا فیصلہ یوں صادر فرماتے ہیں کہ **قلت: والذي يظهر لي، أن مراد السلفي بالمذهب: النَّصْب، فإن في ابن قتيبة انحرافًا عن أهل البيت، والحاكم على الضد من ذلك، وإلا فاعتقادهما معًا فيما يتعلق بالصفات واحد**[30]۔

اس ساری بحث کا ذکر کرتے ہوئے دکتور احمد بن فارس السلوم نے المدخل الی معرفۃ الاکلیل کے مقدمہ میں لکھا ہے کہ

> **كلا؛ ما الحاكم بكرامي، ولا هو يميل إليهم، ولكنهم اتفقوا مع أهل السنة في أصل الإثبات، ثم هم غلوا في ذلك حتى انتهوا إلى التشبيه والتجسيم فيما قيل، واعتدل أهل السنة، ومنهم الحاكم، و ابن قتيبة**[31]۔

فقہی مذہب:

فقہی اعتبار سے امام صاحب کا رجحان واضح تھا اور بے شمار علماء نے بالاتفاق انہیں شافعی المسلک گردانا ہے جیسا کہ **ابن الجزری** نے اپنی کتاب **"غاية النهاية" (2/ 185)** میں کہا ہے کہ وہ یقینی طور پر شافعی تھے، مزید برا و بطور تایید **ابن الصلاح** نے **"طبقات" (1/ 298)**، **سبكي** نے **(4/ 155)**، **أسنوي** نے **(1/ 195)**، **ابن كثير** نے **(1/ 358)**، **ابن قاضي شهبة** نے **(1/ 153)**، اور **ابن هداية الله ص (123)**، **وغيرهم** نے بھی انکو شافعی ہی گردانا ہے۔

اہل علم کی مدح وستایش (تعریفی اقوال):

علماء حدیث میں امام صاحب کو جو بلند مقام حاصل ہے اس وجہ سے کبار علماء نے ان سے اخذ واستفادہ کیا اور اطراف وکناف کے طویل سفر طے کرنے کے بعد آپ سے سند حدیث لینے کا شرف حاصل کیا۔ ان میں عمر کی تفریق کے بغیر بے شمار لوگ ایسے نظر آتے ہیں جو شیوخ کہلاتے ہیں مگر امام صاحب سے روایت بھی کرتے ہیں۔ اس طرح آپ کے حفظ وضبط کی تصدیق کے

---

[28] ابن عساکر، **تبیین کذب المفتری**، 227۔

[29] سبکی، **طبقات الشافعیۃ الکبری**، 4:162۔

[30] منصوری، **الرّوض الباسم**، 1:97۔

[31] الحاکم النیساپوری، ابوعبد اللہ، محمد بن عبد اللہ، م405ھ، **المدخل الی معرفۃ کتاب الاکلیل** (بیروت: دار ابن حزم 1423ھ)، 24

ساتھ اہل علم کی بہت بڑی جماعت کا اقرار ہے کہ آپ کو علم حدیث میں کامل رسوخ تھا اور آپ کا مرتبہ اس حوالہ سے کسی سے فروتر نہیں ہے۔ان میں سے چند عظیم الشان شیوخ حضرات کا ذکر ذیل میں کیا جاتا ہے جو آپ سے استفادہ کرتے رہے اور انہوں نے آپ کے مقام مرتبہ کی وضاحت کی۔

1۔ أبو حازم العبدوی کہتے ہیں: **سمعت مشايخنا يقولون: كان الشيخ أبو بكر بن إسحاق، و أبو الوليد يرجعان إلي أبي عبد الله في السؤال عن الجرح والتعديل وعلل الحديث وصحيحه وسقيمه** [32]۔

2۔ **أبو الحسن علي بن عمر الدارقطني** (ت 385ھ)کا قول سلمي بیان کرتے ہیں: **سألت الدارقطني: أيهما أحفظ ابن مندة أو ابن البيع؟ فقال: ابن البيع أتقن حفظًا** [33]۔

اب ذیل میں چند اقوال لکھے جاتے ہیں جن کے بعد امام کے مقام ومرتبہ میں شک کرنا اس آفتاب علم وعمل کی طرف منہ کر کے تھوکنے کی طرح ہے جس کا نتیجہ وہی ہوگا جو ایسا کرنے والوں کا مقدر ہے۔

ا۔**ابو حازم عمر بن أحمد العبدوي** (ت417ھ)**التبيين** میں لکھتے ہیں:**الإمام الحافظ، إمام أهل الحديث في عصره، أول من اشتهر بحفظ الحديث وعلله بنيسابور، بعد الإمام مسلم بن الحجاج، و إبراهيم بن أبي طالب، وكان يقابله النسائي، وجعفر الفريابي، ثم أبو حامد بن الشرقي، وكان يقابله أبو بكر بن زياد النيسابوري، و أبو العباس سعيد، ثم أبو علي الحافظ، وكان يقابله أبو أحمد العسال، و إبراهيم بن حمزة، ثم الشيخان أبو الحسين الحجاج، و أبو أحمد الحاكم، وكان يقابلهما في عصرهما ابن عدي، و ابن المظفر، والدارقطني، وتفرد الحاكم أبو عبد الله في عصرنا، من غير أحد بالحجاز، والشام، والعراقين، والجبال، والرّي، وطبرستان، وقُومَس، وخراسان بأسرها، وما وراء النهر، جعلنا الله لهذه النعمة من الشاكرين، ولما يلزمنا من تأدية مواجبه من المؤدين، وبارك في حياته، ونفسه في مدته، وجعل ما أنعم به عليه وعلينا بمكانه موصولًا بالنعيم المقيم، إنه سميع قريب، وصلى الله على محمَّد وعلى آله وصحبه أجمعين** [34]۔

ب۔**أبو يعلى الخليلي** (ت446ھ)اپنی کتاب "**الإرشاد**" میں لکھتے ہیں:**الحاكم أبو عبد الله عالم عارف واسع العلم، ذو تصانيف كثيرة، لم أر أوْفى منه** مزید آگے فرماتے ہیں **هو ثقة واسع العلم، ... ، سألني في اليوم الثاني لما دخلت عليه، ويقرأ عليه في "فوائد العراقيين": سفيان الثوري عن أبي سلمة عن الزهريّ عن سهل بن سعد حديث الاستئذان، فقال لي: من أبو سلمة هذا؟ فقلت من وقته: هو المغيرة بن سلمة السَّراج، فقال لي: كيف يروي المغيرة عن الزهريّ؛ فبقيت، ثم قال: قد أَمْهَلتك أسبوعًا حتى تتفكر فيه، فمن ليلته تفكرت في أصحاب الزهريّ مرارًا، حتى بقيتُ فيه أكرِّر التفكر، فلما وقعت إلى**

[32] ابن عساکر، **تبیین کذب المفتری**، 229۔

[33] ابن عساکر، **تبیین کذب المفتری**، 230۔

[34] ابن عساکر، **تبیین کذب المفتری**، 227-230۔

أصحاب الجزيرة من أصحابه تذكرت محمَّد بن أبي حفصة، فإذا كنيته أبو سلمة، فلما أصبحت، حضرت مجلسه، ولم أذكر شيئًا، حتى قرأت عليه مما انتخبت قريبًا من مائة حديث، قال لي: هل تفكرت فيما جرى؛ فقلت: نعم، هو محمَّد بن أبي حفصة، فتعجب، وقال لي: نظرت في حديث سفيان لأبي عمرو البحيري؛ قلت: والله ما لقيت أبا عمرو، ولا رأيته، فذكرت له مما أَممَّتُ في ذلك، فتحير، و أثنى علي، ثم كنت أسأله, فقال لي: أنا إذا ذاكرت اليوم في باب فلا بد من المطالعة لكبر سنين، فرأيته في كلِّ ما ألقي عليه بحرًا لا يُعجْزُه عنه. قال: وكنت أسأله عن "الضعفاء" الذين نشأوا بعد الثلاثمائة بنيسابور وغيرها من شيوخ خراسان، وكان يبين من غير محاباة [35]

ج۔ أبو بكر أحمد بن الحسين البيهقي (ت 458ھ) اپنی کتاب "الخلافيات" (1/ 497) میں لکھتے ہیں: امام اهل الحديث فی عصره رحمہ اللہ- اور اپنی کتاب جزءالقراءةخلف الامام ص (176) میں لکھتے ہیں کہ احفظ عصره و اتقنهم فی الرو اية۔ آخر میں کتاب التبیین سے ایک خواب کا واقعہ لکھ کر اس بحث کا اختتام کیا جاتا ہے ورنہ امام صاحب کے فضائل ومناقب پر تولوگوں نے مستقل تصانیف تک مرتب کی ہیں جیسا کہ ابو موسی مدینی وغیرہ کی تصنیف لہذااس طوالت سے بچتے ہوئے درج ذیل قصہ پر ہی اکتفا کیا جارہا ہے جس کو حافظ ابن عساکر نے "تبيين كذب المفتري" میں درج کیا ہے" يحسن إيرادها هنا، قال أبو حازم العبدوي: وحكى القاضي أبو بكر الحيري أن شيخًا من الصالحين حكى أنه رأى النبي - صلى الله عليه وسلم - في المنام قال: فقلت له يا رسول الله بلغني أنك قلت: ولدت في زمن الملك العادل، و إني سألت الحاكم أبا عبد الله فقال: هذا كذب، ولم يقله رسول الله - صلى الله عليه وسلم -، فقال لي: صدق أبو عبد الله [36]ـــ

تالیفات:

امام حاکم کثیر التصانیف اہل علم میں سے ایک تھے اس لئے کہ اپنی تمام تر صلاحیتوں کو بروئے کار لاکر ساری زندگی قیمتی جواہرات جمع کرتے رہے حتی کہ ان کی تصانیف کی تعداد ہزار سے تجاوز کرچکی تھیں۔ ابو حازم عبدوی آپ کی مؤلفات کا ذکر کرتے ہوئے لکھتے ہیں کہ میں نے خود ان کی زبانی سنا سمعته يقول: شربت ماء زمزم، وسألت الله تعالي أن يرزقني حسن التصنيف. فوقع من تصانيفه المسموعة في أيدي النسا ما يبلغ ألفًا وخمسمائة جزء منها:

الصحيحان	فو ائد الخراسانيين	تراجم الشيوخ	المدخل إلى علم الصحيح
العلل	أمالي العشيات	معرفة علوم الحديث	الإكليل
الأمالي	التلخيص	تاريخ علماء أهل نيسابور	تراجم المسند على شرطالصحيحين

[35] خلیلی، **الارشاد فی معرفة علماء الحديث**، 3:852-851۔

[36] ابن عساکر، **تبيين كذب المفترى**، 230۔

فوائد الشيخ	الأبواب	مزكي الأخبار	المستدرك على الصحيحين
فضائل الشافعي	دلائل النبوة[37]		

نیک نیتی اور اخلاص کے ساتھ جب انسان اللہ سے اعانت طلب کرتا ہے تو اللہ اس کا معاون ومددگار بن جاتا ہے اور یہ سب کچھ ہمیں موصوف امام کی زندگی میں نظر آتا ہے۔ خليلي الارشاد میں ان کا تعارف ہی ان الفاظ کے ساتھ کرواتے ہیں الضبي، الطهماني، عالم، عارف، واسع العلم ذو تصانيف كثيرة، لم أر أوفى منه، مزید وضاحت کرتے ہوئے آخر میں لکھتے ہیں بلغت تصانيف الكتب الطوال، والأبواب، وجمع الشيوخ المكثرين والمقلين قريبًا من خمسمائة جزء، ويستقصي في ذلك، يؤلّف الغث والسمين، ثم يتكلم عليه فيبين ذلك[38] بہر حال آپ کی معروف کتب میں درج ذیل عوام وخواص کے ہاں متداول ومروج ہیں۔ المستدرك على الصحيحين، معرفة علوم الحديث وكمية أجناسه، المدخل إلى الصحيح، المدخل إلى معرفة الإكليل اور سؤالات مسعود بن علي السجزي آپ کی ایک اور کتاب تاریخ نیساپور بھی ہے جس کا ذکر اکثر اہل علم کے ہاں ملتا ہے بلاشبہ اپنے فوائد کے اعتبار سے بے مثل ہے مگر مطبوعہ شکل میں وہ دستیاب نہیں ہے۔

وفات:

بعض لوگوں جیسا خلیلی وغیرہ کو ان کی تاریخ وفات میں وہم ہوا اور انہوں نے 403ھ سن وفات قرار دیا مگر صحیح بات یہ ہے کہ علم وعمل کا یہ آفتاب عالم تاب آخر کار اچانک 405ھ میں اس جہانِ فانی کو چھوڑ کر عالم جاودانی کی طرف کوچ کر گیا جیسا کہ سبکی اپنی طبقات، ص:4/161 میں لکھتے ہیں كذا صح وثبتت وفاته سنة 405هـ. ووهم من قال: سنة 403 هـ. بعض حضرات ان کی وفات کا ذکر کرتے ہوئے لکھتے ہیں کہ وہ حمام میں داخل ہوئے غسل کیا اور باہر نکل کر آہ بھری تو ساتھ ہی ان کی روح قبض کر گئی۔ إنّا لله وإنّا إليهِ رَاجعُون

مستدرک کا منہج واسلوب:

امام حاکمؒ کی کتاب المستدرک علی الصحیحین کا منہج واسلوب درج ذیل ہے۔

کتاب کا نام:

یہ کتاب امام صاحب نے دو جامع صحیحین پر استدراک کے طور پر لکھی لہذا اس کا نام وعنوان الجامع الصحيح المستدرك ہی ہوگا مگر بعض لوگوں نے اس سے ملتے جلتے ناموں کے ساتھ بھی اس کو یاد کیا ہے جیسا کہ خلیلی نے المنتخب من الارشاد 3/856 اور ابن نقطہ نے التقييد 76 پر اس کا نام الصحیح لکھا ہے۔ جب کہ صحیح الحاکم کہنے والوں میں ابن تیمیۃ (الجواب الصحيح 5/464)، ابن القیم (اغاثة اللهفان 1/287)، ابن رجب (جامع العلوم والحكم 25)، ابن الملقن (البدر المنير 2/66) ، ابن حجر (التلخيص الحبير 2/13) ، سخاوی (المقاصد الحسنة 96) اور

---

[37] ابن عساکر، **تبیین کذب المفتری**، ص:228۔

[38] خلیلی، **الارشاد فی معرفۃ علماء الحدیث**، 3:852-851۔

کتانی(الرسالة المتظرفة 24) شامل ہیں۔امام صاحب کی کتاب کے نام کے بعد اس میں استعمال ہونے والے الفاظ کی لغوی واصطلاحی تعریف ذکر کرنا معلومات وتوضیح کے حوالہ سے انتہائی مناسب معلوم ہوتا ہے۔

مستدرک کا لغوی معنی:

لغت میں مستدرک سے مراد لحوق اور اکمال النقص ہے،امام زبیدی اپنی معرکة ا لآ راء کتاب میں بیان کرتے ہیں کہو استدرک ما فات، وتداركه بمعنى،واستدرك عليه قوله اصلح خطأ ه و منه المستدرك للحاكم [39]۔

مستدرک کی اصطلاحی تفہیم:

اصطلاح میں اس سے مراد واضح کرتے ہوئے صاحب الحدیث والمحدثون لکھتے ہیں کہ الاستدراک فی اصطلاح اهل الحديث هو جمع الاحاديث التي تكون علي شرط احد المصنفين ولم يخرجها في كتابه[40]۔

کتاب کے نام وابتدائی تعارف کے بعد اس کے منہج کو واضح کرنے والی ضروری باتوں کو انتہائی اختصار کے ساتھ بیان کیا جاتا ہے۔

اول، اسانید مستدرک کی شروط:

مستدرک علی الصحیحین کی سندوں کی شرائط عامہ وخاصہ درج ذیل ہیں۔

1۔صحت کی عمومی شرط کہ أن يكون الحديث متصل الإسناد،بنقل الثقة عن الثقة،من أوله إلى منتهاه،سالما من الشذوذ ومن العلة،2۔الرجال (الرواة): أن يكون جميع رواة الحديث قد خرِّج لهم في الصحيحين أو في أحدهما، وأن يكون كل راو من هؤلاء الرواة قد خرِّج لهم في الصحيحين عن شيخه الذي يروي عنه ذلك الحديث،3۔عدم تعمد الشيخين ترك تلك الرو اية قصدا: أن يثبت لديه أن رجال هذا الحديث ممن تعمد البخاري ومسلم الإخراج عنهما، ولم تقع رو اية هؤلاء الرواة في الصحيحين أو أحدهما اتفاقاً لا قصداً.مذکورہ بالا شرائط خود امام صاحب کے مقدمہ کتاب میں موجود ان الفاظ سے مترشح ہیں جو انہوں نے اس کتاب کی تحریر کا سبب بننے کے ضمن میں لکھے ہیں جس کا ابتدائی ذکر آغاز میں کر دیا گیا ہے مگر اس کا اعادہ اور مزید عبارت درج کی جا رہی ہے تا کہ حقیقت حال واضح ہو سکے۔

> وقد سألني جماعة من أعيان أهل العلم بهذه المدينة وغيرها أن أجمع كتاباً يشتمل على الأحاديث المروية بأسانيد يحتج محمد بن إسماعيل ومسلم بن الحجاج بمثلها"، پھر اس کے بعد فرماتے ہیں: "وأنا أستعين الله على إخراج أحاديث رواتها ثقات قد احتج بمثلها الشيخان أو أحدهما، وهذا هو شرط الصحيح عند كافة فقهاء أهل الإسلام: أن الزيادة في الأسانيد والمتون من الثقات مقبولة، والله المعين على ما قصدته وهو حسبي ونعم الوكيل [41]۔

---

[39] زبیدی، ابو الفیض، محمد بن محمد، م1205ھ، **تاج العروس** (لبنان: دار الهداية)، 27:137-144۔

[40] ابو زہو، محمد، **الحديث والمحدثون** (بیروت: الرئاسة العامة لادارة البحوث العلمية، 1404ھ)، 407۔

[41] الحاکم النیسابوری، **المستدرک علی الصحیحین**، 41-42۔

شرط شیخین یا شرط احدہما سے مراد کو واضح کرنے میں علماء نے اختلاف کیا ہے اور اس کی بنیاد عبارت میں بمثلہا کے لفظ کا دو دفعہ استعمال ہونا ہے۔ بعض کے نزدیک مثلیت سے مراد وہ نفس رواۃ ہیں جن کو شیخین یا ان میں سے کسی ایک نے ذکر کیا ہے کہ اس مثلیت سے مراد مثلیت حرفی ہے جیسا کہ امام نوویؒ کہتے ہیں "إن المراد بقولهم: على شرطهما: أن يكون رجال إسناده في كتابيهما؛ لأنه ليس لهما شرط في كتابيهما"، امام عراقیؒ لکھتے ہیں کہ "وهذا الكلام قد أخذه من ابن الصلاح حيث قال في شأن المستدرك: أودعه ما رآه على شرط الشيخين قد أخرج عن رواته في كتابيهما"، مزید وہ فرماتے ہیں کہ "وعلى هذا عمل ابن دقيق العيد، فإنه ينقل عن الحاكم تصحيحه لحديث على شرط البخاري مثلاً، ثم يعترض عليه لأن فيه فلاناً ولم يخرج له البخاري، وكذلك فعل الذهبي في تلخيص المستدرك". اس کے مقابل بعض کے ہاں اس سے مراد مجازی مثلیت ہے اور وہ مراد لیتے ہیں کہ شیخین یا ان میں سے ایک نے جن رواۃ سے دلیل پکڑی ہے ان اوصاف کے حامل راوی مراد ہیں یعنی امام حاکم اس پائے کے راویوں سے احادیث لیں گے جو درجہ میں شیخین یا ان میں سے کسی ایک کے برابر ہوں گے حالانکہ شیخین نے ان سے روایات نہیں لیں۔ علامہ عراقیؒ بھی ان لوگوں میں شامل ہیں جو یہ رائے رکھتے ہیں اور مخالفین جیسے ابن الصلاح، ابن دقیق العید اور ذھبي کے سابق قول کا رد کرتے بیان کرتے ہیں کہ "وليس ذلك منهم بجيد؛ فإن الحاكم صرح في خطبة المستدرك بخلاف ما فهموه عنه، فقال: "و أنا أستعين الله تعالى على إخراجي أحاديث رو اتها ثقات، قد احتج بمثلها الشيخان أو أحدهما"، فقوله: "بمثلها" أي بمثل رو اتها لا بهم أنفسهم، ويحتمل أن يراد بمثل تلك الأحاديث، و انما تكون مثلها إذا كانت بنفس رو اتها، وفيه نظر" [42]۔

احادیث مستدرک کی ترتیب میں منہج:

امام حاکم نے اپنی کتاب المستدرک کو فقہی ابواب پر مرتب کیا ہے اور اس میں بخاری و مسلم کی اپنی صحیحین کی ترتیب کا اتباع کیا ہے کیونکہ انہوں نے اپنی کتاب کی بنیاد ان کی شرائط سے رہ جانے والی روایات کے استدراک پر رکھی ہے۔

تکرار احادیث:

امام نے مختلف مسائل کے حوالہ سے بیان کی جانی والی نصوص سے استدلال کرتے ہوئے روایات کو ایک سے زیادہ مقام پر ذکر کیا ہے اور اگر کسی ایک سند میں ضعف محسوس کریں تو دوسری سند لا کر اس کی تلافی کرنے کی کوشش کرتے ہیں۔ اسی وجہ سے ذہبی اس کتاب کو ایک مفید کتاب قرار دیتے ہیں اور کہتے ہیں کہ "وبكلّ حالٍ فهوأي مستدرك الحاكم- كتابٌ مفيدٌ قد اختصرته، ويعوز عملاً وتحريراً" [43]۔

متابعات وشواہد کا بیان:

حدیث کے مکمل کرنے کے بعد اگر راوی دوسرے کی متابعت کرتا ہو تو اس کا ذکر کرتے ہیں جیسا کہ حدیث النہی عن مفارقۃ الجماعۃ وارد کرنے کے بعد کہتے ہیں کہ «مَنْ فَارَقَ الْجَمَاعَةَ وَاسْتَذَلَّ الْإِمَارَةَ لَقِيَ اللَّهَ وَلَا حُجَّةَ لَهُ» . تَابَعَهُ أَبُو

[42] سخاوی، محمد بن عبد الرحمان شافعی م902ھ، **فتح المغیث** (مصر: مکتبۃ دار المنہاج 1426ھ)، 88:1۔

[43] ذہبی، **سیر أعلام النبلاء**، 176:17۔

عَاصِمٍ، عَنْ كَثِيرٍ اسی طرح ایک اور حدیث ذکر کرنے کے بعد لکھتے ہیں «إِنَّكُمْ لَا تَسَعُونَ النَّاسَ بِأَمْوَالِكُمْ وَلْيَسَعُهُمْ مِنْكُمْ بَسْطُ الْوَجْهِ وَحُسْنُ الْخُلُقِ» . رَوَاهُ سُفْيَانُ الثَّوْرِيُّ، عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ سَعِيدٍ [44] ۔ لیکن شواہد کا ذکر اس وقت کرتے ہیں جب تقویت دینا مقصود ہو اور یہ کئی مقامات پر انہوں نے کیا ہے جیسا کہ ایک لمبی روایت لا کر آگے لکھتے ہیں کہ هَذَا حَدِيثٌ صَحِيحٌ عَلَى شَرْطِ الشَّيْخَيْنِ لِاحْتِجَاجِهِمَا جَمِيعًا بأيوبَ بْنِ عَائِذٍ الطَّائِيِّ وَسَائِرِ رُوَاتِهِ، وَلَمْ يُخَرِّجَاهُ وَلَهُ شَاهِدٌ مِنْ حَدِيثِ الْأَعْمَشِ، عَنْ قَيْسِ بْنِ مُسْلِمٍ۔[45] ۔

نقد رجال کا منہج:

امام صاحب اپنے طور پر رواۃ کی توثیق وتضعیف کا اجتہاد پیش کر کے رجال پر نقد بھی کرتے ہیں اور بعض دفعہ کبار سے مزاحم بھی ہوتے ہیں اور اپنے مخالفین کے رد میں حجت بھی پیش کرتے دکھائی دیتے ہیں مگر ان کے تساہل کی وجہ سے آئمہ اپنے تحفظات پر بھی قائم ہیں۔

تصحیح کا حکم لگانے میں امام حاکمؒ کا تساہل:

امام حاکمؒ ان آئمہ نقاد میں شامل ہیں جو اپنے تساہل کی وجہ سے مشہور ہیں اور اسی وجہ سے مستدرک میں ان پر اوہام کا طعن بھی لگایا جاتا ہے، اس مسئلہ کی حقیقت اور امام صاحب پر لگائے جانے والے اعتراضات کا اختصار کے ساتھ جائزہ لیں تو نہایت اہم اور مستند تبصرہ یوں کیا جاسکتا ہے۔ کتاب مستدرک پر سرسری نظر ڈالیں تو بھی پتہ چلتا ہے کہ امام صاحب نے کئی احادیث پر صحت کا حکم لگایا ہے مگر وہ موضوع وضعیف تھیں لہذا عام علماء کی طرف سے بھی اس پر سخت تنقید کا سامنا کرنا پڑا کہ وہ اپنی دیگر کتابوں میں جن رواۃ کے حوالہ سے ضعف کا حکم لگاتے اور ان سے ترک روایت وترک احتجاج کا مشورہ دیتے ہیں انہیں سے روایات لے کر مستدرک میں ان کو صحیح بھی گردانتے ہیں۔ اس کا ذکر علماء نے اپنے اپنے انداز سے کیا ہے جیسا کہ ذہبی لکھتے ہیں کہ **يصحح في مستدركه أحاديث ساقطة ويكثر من ذلك** [46] ۔ بقول ابن صلاح **وهو واسع الخطو في شرط الصحيح ، متساهل في القضاء به فالاولي ان نتوسط في امره فنقول ما حكم بصحته ولم نجد فيه ذلك لغيره من الائمة ان لم يكن من قبيل الصحيح فهو من قبيل الحسن يحتج به ويعم به,الا ان تظهر فيه علة توجب ضعفه.**[47] ۔ مجدد وقت شیخ البانی اپنی معرکۃ الآراء کتاب سلسلہ صحیحہ میں لکھتے ہیں **وتساهل الحاكم في التصحيح معروف**[48] ۔ اس سے بھی واضح الفاظ میں وہ اپنی دوسری معروف کتاب سلسلہ احادیث ضعیفہ میں ذکر کرتے ہیں

---

[44] الحاکم النیساپوری، **المستدرک علی الصحیحین**، 41-42۔

[45] الحاکم النیساپوری، **المستدرک علی الصحیحین**، 1:206-212۔

[46] ذہبی، **میزان الاعتدال**، 3:608۔

[47] ابن الصلاح، **علوم الحدیث**، 22۔

[48] البانی، ابو عبد الرحمن محمد ناصر الدین، م 1420ھ، **سلسلة الأحاديث الصحيحة** (ریاض: مکتبۃ المعارف للنشر والتوزیع، س۔ن)، 1 :200۔

کہ وکل خبير بهذا العلم الشريف يعلم أن الحاكم متساهل في التوثيق والتصحيح ولذلك لايلتفت إليه، ولاسيما إذا خالف.[49]

آئمہ کا حاکم کی طرف سے اعتذار:

ان مذکورہ بالا الزامات پر بعض اہل علم امام حاکم کی طرفداری کرتے بھی نظر آتے ہیں۔ امام سیوطیؒ کہتے ہیں: "إن الحاكم مظلوم في كثير مما نسب إليه من التساهل"[50] امام سخاویؒ اس طرح رقم طراز ہیں: بل يُقال: إن السبب في إدخال الحاكم الموضوعات والضعيفات في مستدركه أنه صنفه في أواخر عمره، وقد حصلت له غفلة وتغير. أو أنه لم يتيسر له تحريره وتنقيحه، ويدل على ذلك أن تساهله في قدر الخمس الأول منه قليل جداً بالنسبة لباقيه

مندرجہ بالا بحث سے یہ نتیجہ نکالنا ہرگز مشکل نہیں ہے کہ امام صاحب کا تساہل ان کو بخاری و مسلم کے درجہ پر فائز کرنے میں بہت بڑی رکاوٹ ہے حتی کہ اہل علم تو یہاں تک اتفاق کرتے ہیں کہ ان کی تصحیح تو ترمذی و دار قطنی اور اسی طرح کے دیگر آئمہ سے بھی کم تر درجہ کی ہے چہ جائے کہ بخاری و مسلم کی تصحیح کے مترادف گردانا جائے، بلکہ اگر کہا کہ ان کی تصحیح تو ابن خزیمہ وابن حبان سے بھی کم تر ہے تو ایسا کہنے میں بھی کوئی باک نہیں ہے حالانکہ وہ دونوں متقدمین میں شدید ترین متساہلین میں سے شمار کئے جاتے ہیں۔ بہر حال اگر کہا جائے کہ یہی وہ نقص ہے جس سے امام صاحب کی کتاب کو وہ مقام حاصل نہ ہو سکا جس کی توقع کی گئی تھی تو شاید غلط نہ ہو۔ آخر میں یہ بات ضرور پیش نظر رہنی چاہیے کہ ان کا یہ تساہل اس کتاب مستدرک کی حد تک زیادہ عام ہے اور اہل علم کے اس عذر میں اسی لئے وزن معلوم ہوتا ہے کہ چونکہ یہ کتاب انہوں نے آخر عمر میں تحریر کی تو عام مؤلفین کی طرح مواد مجتمع کرنے کے بعد اس کی تنقیح و توضیح کا مرحلہ آخر میں ہی آتا ہے جو امام صاحب کو میسر نہ آیا اور کتاب کی تالیف و تصنیف کا عمل جوں کا توں باقی رہا۔ اسی بات کی ترجمانی علامہ معلمی اپنی کتاب میں کرتے ہوئے نظر آتے ہیں وہ فرماتے ہیں کہ هذاوذكرهم للحاكم بالتساهل إنما يخصونه بالمستدرك، فكتبه في الجرح والتعديل لم يغمزه أحد بشيء ممافيها فيما أعلم۔[51]

اصناف متفرقہ میں منہج:

امام صاحب حدیث صحیح اور حسن میں تفریق نہیں کرتے بلکہ اس کو صحیح میں شامل کرتے ہیں اور اس میں ابن خزیمہ وابن حبان جیسا مؤقف رکھتے ہیں۔ امام صاحب کی کتاب میں موضوع روایات بھی موجود ہیں جس طرح کہ ذہبی نے سو احادیث کا مجموعہ مرتب کیا ہے۔ بہر حال امام صاحب کے منہج کے حوالہ سے یہ چند ضروری باتیں تھیں جن کو اختصار کے ساتھ عرض کر دیا گیا ہے اور اس سے کتاب مستدرک کے حوالہ سے بنیادی اور ضروری معلومات کی فراہمی یقیناً آسان ہو گی۔ ان شاء الله العزيز

مستدرک کے خصائص:

---

[49] البانی، **سلسلة الاحاديث الضعيفة والموضوعة**، (ریاض: مکتبة المعارف للنشر والتوزیع، س-ن)، 1:157۔

[50] ابن حجر العسقلانی، **النکت**، (بیروت: الجامعة الاسلامیة، 1984)، 215۔

[51] معلمی، عبد الرحمن بن یحیی م1386ھ، **التنکیل**، المکتب الاسلامی، 1406ھ، 2:693۔

مستدرک کے چند اہم خصائص درج ذیل ہیں:

1. ابواب اور مضامین کی روایات کو جمع کرنے میں بڑا اہتمام کیا ہے اور بعض حدیثوں کے اسناد وطرق کو جمع کرنے میں بڑے استقصا سے کام لیا ہے اس لئے مستدرک میں بکثرت ایسی روایات آئی ہیں جن سے دوسرے مصادر حدیث خالی ہیں۔
2. مستدرک کی ایک خصوصیت یہ ہے کہ اس میں بعض روایات کے مراجع ومصادر کی نشاندہی بھی کی ہے۔
3. فضائل صحابہ میں صرف صحابہ کے مناقب وفضائل، بیان کرنے پر اکتفا نہیں کیا ہے بلکہ ان کے مختصر حالات بھی تحریر کئے ہیں۔
4. امام بخاری اور دیگر محدثین نے کتاب البیوع میں متعدد مباحث ذکر کئے ہیں مثلاً کتاب السلم، شفعہ اور اجارہ وغیرہ لیکن امام حاکم نے کتاب البیوع کے جامع عنوان ہی میں ابواب کو بھی جمع کر دیا ہے۔
5. امام حاکم نے عام محدثین کے برعکس کتاب الفتن والملاحم کے بعد کتاب الأحوال کا بھی ایک علیحدہ باب امام ابن خزیمہ کے طرز پر قائم کیا ہے۔
6. مستدرک کے محاسن وخصوصیات کا اندازہ اس کے طرز استدلال سے بھی ہوتا ہے آپ نے رواۃ کے صحت وضعف، ان کی روایات کا وقت ومسکن اور ماہ وسن کو ذکر کیا ہے۔
7. آپ نے صرف انہیں احادیث کو درج کیا ہے جو آپ کی شرائط کے مطابق علل اور ضعف سے خالی ہیں۔
8. بے شمار دلائل علمی نوعیت کے ہیں اس لئے جب پوری تفصیل سے اگاہی ہو تب ہی ابحاث سے مستفید ہوا جا سکتا ہے۔[52]

خلاصہ بحث

آئمہ حدیث میں سے ایک جلیل القدر نام **ابو عبد الله محمد بن عبد الله الحاكم رحمه الله** کا ہے جو اپنے علمی مرتبہ اور ورع وتقوی کے اعتبار سے مستند وجامع شخصیت کے حامل ہیں، انہوں نے مصمم عزم کے ساتھ بخاری ومسلم کی طرز پر ایک کتاب مرتب کرنے کا بیڑا اٹھایا جس کا سبب یہ تھا کہ اہل بدعت نے اس بات کو پورے زور سے اٹھانا چاہا کہ ذخیرہ حدیث میں صحیحین کے علاوہ کوئی ایسی تصنیف نہیں ہے جو درجہ صحت پر پوری اترتی ہو لہذا بعض اصول دین کو نصوص صحیحہ سے ثابت کرنا مشکل ہے اور اپنے اس باطل دعویٰ کو ان حضرات کی طرف سے بطور طعن پیش کیا جانے لگا۔ اس داعیہ نے امام حاکم کے جذبہ دفاع دین کو مہمیز دی اور انہوں نے اس کا جواب دینے میں اپنی توانائیاں بروئے کار لانے کا ارادہ کر لیا جس کا ذکر وہ خود اپنی کتاب میں یوں کرتے ہیں۔**وقد نبغ في عصرنا ----لم يدعياذلك لأنفسهما**[53]۔ اس عبارت سے معلوم ہوتا ہے کہ اس وقت کی اہل علم جماعت کے دماغ میں اس کام کو کرنے کے لئے جو شخصیت فوری طور پر سامنے آئی وہ امام موصوف ہی کی تھی کہ معاصرین میں ان سے معتبر اور کوئی نام موجود نہ تھا۔ دوسری بات اس عبارت سے یہ معلوم ہوتی ہے کہ انہوں نے واضح کیا کہ امامین کریمین (بخاری ومسلم) نے ہرگز یہ دعوی نہیں کیا تھا کہ ان کی جمع کردہ روایات کے علاوہ صحت کے درجہ تک پہنچنی

---

[52] الحاکم النیساپوری، **المستدرک علی الصحیحین**، 4:885۔

[53] الحاکم النیساپوری، **المستدرک علی الصحیحین**، 42-41۔

والی مزید روایات کا وجود مفقود ہے۔اس طرح امام صاحب نے اپنے طور پر نہ صرف صحیح بلکہ صحیحین کی شرائط پر پائی جانے والی احادیث کا مجموعہ مرتب کرنے کا ارادہ ظاہر کیا جو عام کتب صحاح سے ممتاز حیثیت کا حامل ہو۔ بلاشبہ علوم حدیث کے حوالہ سے امام صاحب کا مقام و مرتبہ ایک مسلمہ حقیقت تھی جس کا انکار کسی کے لئے بھی ممکن نہیں تھا۔ آپ حافظ، ثبت، عارف بالرجال اور ماہر علل الحدیث تھے جس کے لئے ان کی کتب کو بطور شاہد پیش کیا جاسکتا ہے جیسا کہ **معرفة علوم الحديث والإكليل في دلائل النبوة وعلل الحديث وتاريخ النيسابوروغيرها**۔زہے نصیب کہ اس عظیم الشان منصوبہ کی تکمیل میں قضائے ربانی غالب آئی اور امام صاحب کو اس مجموعہ مرتب کرنے کے بعد اس کی تنقیح و توضیح اور مراجعت کا موقعہ نہ مل سکا اور جس طرح کی توقعات اس سے وابستہ تھیں وہ پایہ تکمیل تک نہ پہنچ سکیں۔ بہر حال امام صاحب اپنی علمی وجاہت اور مقام و مرتبہ کے اعتبار سے ایک منفرد اسلوب و منہج کے مالک تھے اور ان کا کیا ہوا کام علم کی دنیا میں خواص کی دلچسپیوں کا مرکز و محور ہے۔

☆☆☆☆☆☆☆☆☆